اباحیت پسندی کا نظریہ

(۳)

مولانا سلطان احمد اصلاحی

ہم جنس پرستی

بھلائی سے بھلائی کا راستہ کھلتا ہے تو برائی برائی کو کھینچتی ہے۔ مغرب کے سلسلے میں اس حقیقت کو آج سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ صنفی پاکبازی کی بھلائی کو چھوڑ کر جب اس نے جنسی اباحیت کی برائی کا راستہ اختیار کیا تو پھر اس برائی کی نوع بہ نوع صورتوں میں وہ گرفتار ہو گیا اور بے حیائی و بے شرمی کی کھڈ میں نیچے سے نیچے ہی گرتا چلا گیا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے جو مرد اور عورت کے فطری تعلق سے آگے مرد اور مرد کے غیر فطری اور غیر اخلاقی صنفی تعلق پر بھی وہاں کوئی بندش نہیں رہ گئی۔ جنسی اباحیت پسندی کی طرح ہم جنسی پرستی (Homosexuality) کو بھی وہاں رواج عام حاصل ہو چکا ہے۔ جرمنی کی پارلیمنٹ تو اسے پہلے ہی جائز کر چکی تھی۔ برطانیہ میں بھی شادی سے پہلے یا اس کے بعد ہم جنس پرستی کے ذریعہ جنسی لطف و تسکین حاصل کرنے کی قانونی اجازت حاصل ہے[1]۔ امریکہ میں یہ بیماری کس قدر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا کسی قدر اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہاں عوام ہی نہیں خواص بھی اس مرض کا شکار ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہم جنس پرست عام مجرم ہی نہیں، جج، ڈاکٹر، کھلاڑی، سیاست داں (Congress men) ہر طبقہ میں یہ لوگ موجود ہیں[2]۔ تازہ خبر ہے کہ امریکہ کے شہر منی پولس میں ہم جنس پرستوں کی ایک زبردست کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس کا عنوان تھا:۔

---

۱ سیکس نوجوانوں کے لیے ص ۱۵۷ ۲ The Sociology of Sex. P.227

The National Conference of openly Lesbian and Gay Elected and Appointed officials.

یعنی ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کے منتخب اور نامزد عہدیداروں کی قومی کانفرنس۔
یہ اعزاز بھی امریکہ ہی کے حصہ میں آیا کہ وہاں ہم جنس پرستوں کی کانفرنس اس دھوم دھام سے ہوئی۔ اس کانفرنس میں دو ارکان کانگریس (خیال رہے کہ امریکہ میں مجلس نمائندگان کو کانگریس کہتے ہیں) بڑی بے شرمی کے ساتھ شریک ہوئے۔ ایک مسٹر بارنی فرینک تھے، دوسرے گیری شٹڈز۔ دونوں میساچوسٹس کے نمائندے ہیں۔ اور ڈیموکریٹک پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک برطانوی رکن پارلیمنٹ بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لیے برطانیہ سے تشریف لائے۔ ان کا اسم گرامی مسٹر کرس سمتھ ہے۔

منی پولس میں کانفرنس کے منتظم دو اصحاب تھے۔ ایک ریاستی اسمبلی کے رکن، دوسرے شہر کے کونسلر۔ کانفرنس کے شرکا رکی تعداد ۱۰۰ تھی۔ کانفرنس میں پیش کیے جانے والے سپاسنامے میں کہا گیا تھا کہ اس کانفرنس کا انعقاد بجائے خود بہت بڑی کامیابی ہے۔ کیونکہ دو برس قبل جب ہم جنس پرستوں کی ایک کانفرنس بلائی گئی تھی تو اس میں شرکار کی کل تعداد بمشکل ۵۰ تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب رہی ہے۔ اس خطاب میں یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ:

ہم جنس پرستی اب پہلی سی مبغوض چیز نہیں رہی ہے۔ اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ رواج پا رہی ہے۔ اس کے اختیار کرنے والوں کی جھجک بھی اب دور ہو رہی ہے۔ مثلاً میر واشنگٹن کے دفتر میں اس وقت ۷۰ ہم جنس پرست ملازم ہیں اور ۴۰ نیویارک کے گورنر کے عملے میں موجود ہیں۔

منتظمین کانفرنس نے کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس کانفرنس کا اصل مقصد ہم جنس پرستوں کا منشور تیار کرنا ہے۔ انھوں نے کہا:

واشنگٹن میں ماہ اکتوبر میں ہم جنس پرستوں کا ایک مظاہرہ گیا تھا جس میں شرکار کی تعداد دو لاکھ تھی۔ پولیس نے اس کو منتشر کرنے کے لیے ۶۲۴ افراد کو گرفتار کیا۔ لیکن کانفرنس اپنے مطالبات منوانے کے لیے صرف مظاہروں تک محدود نہیں رہنا چاہتی۔

تنظیم کے ارکان و کارکن اب کوئی بڑا قدم اٹھانے کے لیے مضطرب ہیں۔ رجعت پسند یا ہم جنس پرستی کے مخالف اب متشدد ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن ہم اپنی حفاظت متحد ہو کر ہی کر سکتے ہیں۔ مقابلے کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم اپنے مطالبات میں اضافہ کر دیں۔

کانفرنس میں دوسرے مقررین نے بھی خطاب کیا۔ ایک مقرر نے کہا ہم فی الحال اقلیت میں ہیں۔ لیکن وہ وقت دور نہیں جب ہمارا موقف تسلیم کیا جائے گا۔ افسوس یہ ہے کہ ہم جنس پرستوں کو اچھوت بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہم سیاست میں حصہ نہیں لے سکتے ورنہ اپنے مطالبات منواتے میں ہمیں آسانی رہتی۔ امریکی انتخابات میں جس امیدوار کے بارے میں ووٹروں کو معلوم ہوا کہ وہ ہم جنس پرست ہے انھوں نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ لیکن اب کامیابی کے آثار بتدریج نمایاں ہو رہے ہیں۔ سان فرانسسکو میں ایک ہم جنس پرست انتخابات میں کامیاب ہوا ہے۔ شمالی کیرولینا کے ایک شہر میں بھی ہمارا ایک آدمی کامیاب ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ ووٹروں کا اس کا علم تھا۔ اس نے بھی اپنی ہم جنس پرستی کے ذوق کو چھپایا نہیں۔ اس کے باوصف عوام نے اسے ووٹ دئے۔

ایک اور مقرر نے کہا۔ ہم جنس پرستوں کو اب ٹریڈ یونین میں نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسی طرح بوڑھے اور از کار رفتہ لوگ بھی ہم جنس پرستوں کو ناپسند نہیں کرتے۔

ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی امیدوار جیسی جیکسن نے جو پادری بھی ہے اس کانفرنس کے نام ہمدردی کا پیغام بھیجا۔ یہ بھی کانفرنس میں پڑھ کر سنایا گیا۔

کانفرنس میں طے کیا گیا کہ ہم جنس پرستوں کے مطالبات ایک بل کی شکل میں سینٹ میں پیش کیے جائیں۔ بعض ارکان سینٹ نے یہ بل پیش کرنے کی حامی بھری ہے۔ ہم جنس پرستوں کے مطالبات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ہم جنس پرستوں کی فوج میں بھرتی پر پابندی ختم کی جائے۔
۲۔ ہم جنس پرستوں کو اعلیٰ انتظامی ملازمتیں دی جائیں۔
۳۔ ان کو مالی امداد دی جائے۔
۴۔ ان کے خلاف تشدد کو روکا جائے اور ان کی پوری پوری مدد کی جائے۔
۵۔ ہم جنس پرست امریکہ آنا چاہیں تو انھیں روکا نہ جائے [۱]۔

---

[۱] ایشیا، لاہور، ۲۷ دسمبر ۱۹۸۷ء۔ خبر امریکہ میں قوم لوط کی کانفرنس، ص ۲۵-۲۶

امریکہ میں قوم لوط کانفرنس کی اس تفصیل روداد کے بعد وہاں "ہم جنس پرستی" کے حال و مستقبل پر کچھ مزید کہنے کی حاجت محسوس نہیں کرتے۔ نوبت با یں جا رسید کہ وہاں پادریوں سے ہم جنس پرستوں کے لیے علٰحدہ دعائیہ جلسوں کے انعقاد کے مطالبات کیے جانے لگے ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں پہلے پوپ جان پال کے دورۂ امریکہ کے موقع پر ایک دعائیہ جلسہ کے دوران جس میں ۱۲۷ علماء پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈکس عیسائی پادری موجود تھے، پوپ سے ہم جنسوں کے لیے علٰحدہ دعائیہ جلسوں کے انعقاد کا مطالبہ کیا گیا۔[۱] امریکہ کے سلسلے میں کنزی (Kinsey) کی یہ رپورٹ کافی پرانی ہوچکی ہے کہ وہاں مختلف مدتوں اور مختلف اوسطوں کے فرق سے ۴ سے لے کر ۶ فی صدی اور ۱۰ فی صد اور ۱۸ فی صد مرد ہم جنس پرست ہیں۔[۲] اس کے ساتھ ہی ذوق اور طبیعت کے فساد کے اختلاف سے اس مجرمانہ فعل کی وہاں مختلف صورتیں رائج ہیں اور ان کے لیے الگ الگ اصطلاحات وضع کی گئی ہیں۔[۳] یہ بات بھی پرانی ہی ہے کہ امریکہ میں وہاں کی وزارت خارجہ سے جنسی انارکی میں مبتلا ہونے کی بنا پر تینتیس ۳۳ افراد کو حکومت سے نکالا گیا۔ اور کہا گیا کہ ان لوگوں پر حکومت کے رازوں کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔[۴]

جیسا کہ ہم جنس پرستوں کی امریکہ کی مذکورہ کانفرنس کے عنوان سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے، نئی دنیا میں ہم جنس پرستی کا رواج مردوں کی طرح عورتوں میں بھی ہے۔ جس طرح مرد مردوں سے جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین حاصل کرتی ہیں۔ مردوں کی ہم جنس پرستی کے لیے (Homosexuelity) کا لفظ پرانا ہے۔ عورتوں کی ہم جنس پرستی کے لیے (Lesbianism) کی نئی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ البتہ مردوں کے مقابلہ میں امریکہ میں طبقۂ نسواں میں اس بیماری کا اوسط کم ہے۔[۵] تازہ اطلاعات کے مطابق اسرائیل کی پارلیمنٹ نے بھی ۱۸ سال سے اوپر کے مردوں کے درمیان "ہم جنس پرستی" کو قانونی جواز عطا کردیا ہے۔[۶]

۱۔ سہ روزہ دعوت نئی دہلی۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۸۶ء۔ ۲۔ The Sociology of Sex P 226

۳۔ حوالہ سابق ص۲۲۵ ۴۔ بحوالہ اسلام اور جدید مادی افکار ص۵۴

۵۔ The Sociology of sex P.227.228 ۶۔ روزنامہ انڈین اکسپریس نئی دہلی (انگریزی) ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء خبر 'Israel legalises homosexuality'

خود لذتی

دورِ جدید میں جنسی انحراف کی جو مختلف صورتیں مروج ہیں، ان میں ایک چیز خود لذتی (Masturbation) بھی ہے۔ جب جنس کے پیچھے آدمی اس قدر دیوانہ بلکہ اندھا ہو جائے کہ مرد اور عورت کے فطری تعلق سے ہٹ کر مرد مردوں اور عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین حاصل کرنے لگیں تو مشت زنی اور خود لذتی کس شمار میں ہے۔ لیکن موجودہ دور میں اس سلسلے میں جو آزادی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے وہ شاید اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ چنانچہ اس کے ساتھ کسی نقصان اور برائی کو وابستہ کیے بغیر اسے بعد میں آنے والی شادی شدہ زندگی کے لیے قابل قدر تربیت (Valuable training) باور کیا جاتا ہے[1] یہی نہیں بلکہ والدین کو مشورہ دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اس کی ترغیب دیں کہ انھیں اکثر و بیشتر یہ حرکت کرتے رہنی چاہیے۔ جنسی جذبات کے پختہ ہونے کے بعد یہ چیز ان کے لیے ریہرسل (Rehersal) کا کام دے گی۔ یہ چیز بالکل ٹھیک (Perfectly good) اور فطری (Natural) ہے۔ البتہ اس سلسلے میں انھیں پوری رازداری سے کام لینا چاہیے اور اگر کوئی عمر رسیدہ ان سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ یہ نقصان دہ ہے یا گناہ کا کام ہے تو اس پر ذرا پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اپنی اپنی عمر پر ان میں سے ہر ایک نے یہ حرکت ضرور کی ہوگی[2] معاملہ صرف یورپ ہی کا نہیں ہے، ہندوستانی ماہر جنسیات ڈاکٹر کیول دھیر کے مطابق 'دو تہائی لڑکوں میں پہلی بار منی کا اخراج مشت زنی سے ہوتا ہے'[3]

خود لذتی کا شکار لڑکوں کی طرح لڑکیاں بھی ہوتی ہیں۔ البتہ ان میں اس کا ڈھنگ لڑکوں جیسا نہیں ہوتا اور ان کی تعداد بھی لڑکوں کے مقابلے میں کم ہوتی ہے[4] لڑکوں کے لیے تو خود لذتی کا ایک ہی طریقہ ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ سے عضو تناسل کو حرکت دے کر منی کا اخراج کر لیتے ہیں۔ لیکن لڑکیاں خود لذتی کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتی ہیں۔ ۱۔ اپنی انگلی

۱؎ Sex in Society P. 108 ۲؎ حوالہ سابق

۳؎ سیکس نوجوانوں کے لیے ص ۵۶ ۴؎ حوالہ سابق ص ۶۸، ۶۹

سے عضو شہوت کو سہلانا یا مسلنا وغیرہ ۔۲۔ کولہوں اور رانوں کو اندر کی طرف پورے دباؤ کے ساتھ اس طرح بھینچنا کہ عضلات تن کر عضو شہوت پر دباؤ ڈالیں۔ اس عمل میں عضو مخصوصہ کے لب بھی تناؤ کی حالت میں آکر عضو شہوت پر دباؤ ڈالتے ہیں ۔۳۔ بعض لڑکیاں مرد کے عضو تناسل کی شکل جیسی کوئی چیز عضو مخصوصہ میں داخل کرکے، خود لذتی کا فعل کرتی ہیں اور اس طرح جنسی تسکین حاصل کرتی ہیں[۱]

ہم جنس پرستی کی طرح خود لذتی کا مرض بھی ایک عام مرض ہے۔ جو درجات کے فرق کے ساتھ مغرب مشرق ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ البتہ مغرب میں بیٹری سے چلنے والے عورتوں اور مردوں کے مصنوعی مخصوص جنسی اعضا جس طرح بازاروں میں عام طور پر دستیاب ہیں، جس سے مردوں اور عورتوں دونوں کو خود لذتی کی کھلی سہولت میسر ہے، مشرق اور تیسری دنیا کے ممالک ابھی اس معاملے میں کافی پیچھے ہیں۔

جنسی اباحیت۔ آچاریہ رجنیش کے خیالات

جنسی اباحیت (Sexual Permissivness) پر گفتگو تشنہ رہے گی اگر عالمی شہرت یافتہ ہندوستان کے فلسفی اور ہندو مذہبی رہنما آچاریہ رجنیش کے خیالات سے تعرض نہ کیا جائے۔ جناب رجنیش کو ان کے معتقدین 'بھگوان' رجنیش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے ان کے نام کے ساتھ 'آچاریہ' لکھنا ہی مناسب خیال کیا۔ جناب رجنیش عالمی شہرت یافتہ ہندو فلسفی ہیں۔ مختلف ومتنوع موضوعات ومسائل پر ان کی تقریباً پانچ سو سے زیادہ تصنیفات ہیں جو زیادہ تر ان کے لکچرس کا مجموعہ ہیں۔ اپنی مختلف کتابوں میں جابجا آچاریہ رجنیش نے جنس (Sex) کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ جناب ماامرت چنمایو (Ma Amrit Chinmayo) نے جو شاید 'آچاریہ' کے کوئی معتقد ہی ہوں گے، اس موضوع پر موصوف کے بکھرے ہوئے خیالات کو ایک مختصر کتاب کی صورت میں جمع کر دیا ہے۔ یہ گویا جنس (Sex) کے موضوع پر آچاریہ شری رجنیش کے اقوال

---

[۱] حوالہ مذکور ص ۱۴۵، ۱۵۰۔ نیز ملاحظہ ہو: ڈاکٹر کیول دھیر: سیکس ٹیکنک ص ۲۰ شمع بک ڈپو۔ نئی دہلی مطبوعہ ردبی پرنٹنگ پریس، دہلی۔

کا ایک مجموعہ ہے۔کوریا سے چھپا اور امریکہ سے شائع شدہ انتہائی حسین و جمیل اور دیدہ زیب اور جاذب نظر یہی مجموعہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے[1]

'آچاریہ' رجنیش کا کام کافی پھیلا ہوا ہے اور سیکڑوں موضوعات پر ان کی تصنیفات ہیں۔لیکن ان کی خاص شہرت آزاد جنس (Free Sex) کے ایک بڑے حامی اور وکیل کی ہے۔جس کا عملی مظاہرہ ان کے معتقدین اور پیروکاروں کی عملی زندگی سے بھی ہوتا ہے۔ایک وقت تھا، جبکہ دنیا بھر سے آئے ہوئے ان کے چیلوں اور مریدوں کی جنسی بدمستیوں کو ہندوستان کے شہر 'پونے' کو سہنا مشکل ہو گیا۔اور انتہائی پراسرار طریقے پر انھیں اپنے منتخب ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ اپنے آشرم کو خیرباد کہہ کر نئی دنیا امریکہ میں پناہ لینی پڑی۔لیکن جنسی اباحیت کا مرکز امریکہ بھی ان کے آزادانہ جنسی خیالات کی تاب نہ لا سکا اور انھیں وہاں سے بھی تھوڑے ہی دنوں کے بعد اپنا رخت سفر باندھنے کے لیے مجبور ہونا پڑا۔اس کے بعد انھوں نے یونان میں پڑاؤ ڈالنا چاہا۔لیکن اس نے بھی خاص طور پر موصوف کے انہی خیالات کی بنا پر معذرت کر لی۔اور بالآخر وہ گھوم پھر کر پھر ہندوستان پہنچے اور اس وقت جبکہ یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں وہ پونا کے اپنے پرانے آشرم 'رجنیش دھم' (Rajnesh dham) کو دوبارہ آباد کر چکے ہیں اور اپنے مشن میں مصروف ہیں۔

جناب رجنیش ایک موقع پر اپنے آزاد جنس کے قائل ہونے کا انکار کرتے ہیں۔چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"میں کہتا ہوں محبت کی آزادی اور ہندوستانی ذہن سمجھتا ہے جنسی آزادی۔یہ ہندوستانی ذہن کا روگ ہے...... میں نے کبھی جنسی آزادی کی بات نہیں کہی۔لیکن سارے ہندوستانی اخبار مجھ پر جنسی آزادی کا نظریہ تھوپتے ہیں۔وہ اپنی بات میرے منہ میں ڈالتے ہیں"[2]

لیکن ہمارے پیش نظر موصوف کے جنسی خیالات پر مشتمل اقوال کا جو مجموعہ (Sex) کے نام

---

[1] Sex, quotations from Bhagwan Shree Rajneesh, compiled and Edited by ma Amrit Chinmaya (Pat Lear) Published by: Lear Enterprises, California, Printed in Korea 1981

[2] تنتر سوت حصہ ششم بحوالہ رجنیش ٹائمس (ہندی) پونہ ۲۵ر جون ۱۹۸۳ء

ہے، اس کی روشنی میں ان کا یہ انکار بالکل بے معنی ٹھہرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اگر اس کے مجملات کے مضمرات کو پوری طرح کھول دیا جائے تو اس سے جنسی آزادی ہی نہیں بلکہ جنسی انارکی کا وہ فلسفہ ابھرتا ہے جس کے مقابلے میں مغرب کا مروجہ جنسی اباحیت (Sexual Permissiveness) کا تصور بھی بالکل دھندھلا اور پھیکا دکھائی دیتا ہے۔

۱۔ اس سلسلے میں پہلی چیز جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ آچاریہ نے 'جنس' کو 'روحانیت' کے ساتھ جوڑا ہے۔ زیر نظر مجموعہ کے مرتب کے نزدیک آچاریہ رجنیش کا پیغام محبت (Love) اور عبادت (Prayer) ہے۔ جس کا پہلا زینہ جنس (Sex) ہے۔ اس کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے جنس، تب محبت اور تب عبادت۔ (First Sex .... them Love ..... and them Prayer)[۱] دوسرے موقعہ پر وہ خود کہتے ہیں کہ آدمی کو ایک نہ ایک دن جنس (Sex) سے پرے ضرور جانا ہے۔ لیکن اس سے پرے جانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اس کے درمیان سے ہو کر گزرے.....
.... پس معلوم ہوا کہ اس سے ہو کر گزرنا اس سے پرے جانے ہی کا ایک حصہ ہے۔ (One has to go beyond sex one day, but the way beyond goes through it ...... So going through it is part of going beyond.)[۲]

شاید یہ اسی کا نتیجہ ہے جو ایک دوسری جگہ وہ جنس کو بجائے خود مقصود قرار دیتے ہیں (Sex is an end itself)[۳]۔

معلوم ہے کہ انسان کی فطرت میں عبادت و روحانیت کا داعیہ کتنا قوی اور مضبوط ہے۔ نئی تہذیب اپنی سیکڑوں سال کی محنت سے کمیونزم و سوشلزم جیسے جارحانہ نظریات کی سرپرستی کے باوجود انسان کے ذہن و دماغ سے مذہبیت و روحانیت کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ جناب رجنیش کے جنسی فلسفہ کا یہ اہم ترین نکتہ ہے کہ انھوں نے جنس کو روحانیت کے ساتھ جوڑ کر طبیعتوں میں اس کے لیے ایسا شدید تقاضا اور داعیہ پیدا کیا ہے کہ آدمی اس میں جس قدر بھی آگے بڑھتا جائے اس کی تشنگی اور پیاس

۱۔ سیکس، محولہ بالا۔ تعارفی کلمات۔ ۲۔ حوالہ سابق ص ۶۸ ۳۔ حوالہ مذکور ص ۷۸

میں کوئی کمی نہ ہو۔

۲۔ اپنے تنتر (Tantra) کے فلسفہ کے ذریعہ اس نکتہ کی مزید وضاحت کے ساتھ وہ آدمی کے لیے جنس میں زیادہ سے زیادہ پڑنے کے لیے قوی ترین محرک بھی فراہم کرتے ہیں چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ اگر تم اپنی جنسی حرکت (Sexuality) میں ذہانت کی روشنی (light of intelligence) لاسکو تو یہ چیز اسے یکسر تبدیل کر کے رکھ دے گی۔ پھر یہ ہرگز ہرگز جنسی حرکت (Sexuality) نہیں رہے گی بلکہ یہ ایک بالکلیہ مختلف چیز ہو جائے گی..... جب جنس میں ذہانت کی آمیزش ہو جاتی ہے اور وہ اس کے شانہ بشانہ چلنے لگتی ہے تو اس سے ایک بالکل نئی طاقت وجود میں آتی ہے، اسی کا نام تنتر (Tantra) ہے[۱]۔ حقیقی تنتر، محبت کا دوسرا نام ہے۔ یہ عبادت ہے۔ اس کا تعلق انسان کے سر سے نہیں ہے۔ بلکہ اس سے دل کو راحت نصیب ہوتی ہے...... اس کے ذریعہ آدمی آخری حقیقت (Ultimate nature) کے ساتھ ضم ہو جاتا ہے۔ عورت گم ہو جاتی ہے اور وہ آخری حقیقت (Ultimate) کے لیے دروازے کا کام دینے لگتی ہے اور مرد گم ہو جاتا ہے اور وہ آخری حقیقت کے لیے دروازے کا کام دینے لگتا ہے[۲]۔ مزید براں: تنتر کے ساتھ مباشرت کا عمل ایک گہرا مراقبہ ہے جس سے طمانینت حاصل ہوتی ہے۔ اس صورت سے مباشرت کا عمل آدمی جتنی بار بھی کرے اس سے قوت ضائع نہیں ہوتی۔ یہی نہیں بلکہ اس سے مزید قوت پیدا ہوتی ہے۔ جنس مقابل کے ساتھ ملنے سے قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ عام جنسی عمل آدمی جتنی بار چاہے نہیں کرسکتا لیکن تنتر کے ساتھ مباشرت آدمی جتنی بار چاہے کرسکتا ہے[۳]۔ تنتر کے ساتھ مجامعت کے عمل میں آدمی گھنٹوں ٹھہر سکتا ہے[۴]۔

'وجودیت' کی مار کھائے ہندو فلسفۂ حیات کے خاص پس منظر میں، جس کی رو سے ہر چیز خدا سے نکلی ہے اور خدا ہی میں مل جانے والی ہے، رجنیش کے اس طرح کے بیانات 'جنس سے پرے'، 'آخری حقیقت' اور 'گہرے مراقبہ' وغیرہ کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان موہوم حقائق کو پانے کے لیے آدمی جس قدر ہاتھ پیر مارتا ہے جنس کے

۱۔ حوالہ سابق ص۱۰۷ ۲۔ حوالہ مذکور ص۱۰۷-۲۰۸ ۳۔ حوالہ سابق ص۲۶۷ ۴۔ حوالہ مذکورہ ص۲۰۷

دلدل میں وہ اسی قدر گہرا دھنستا چلا جاتا ہے۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ عبادت کا دروازہ اسی دلدل کے پار ہی کھلتا ہے۔ آچاریہ رجنیش کی سب سے بڑی کمزوری یہی وجودیت ہے اور وہ اس گمراہ کن فلسفے کا ایک عبرتناک نمونہ ہیں[۱]۔

۳۔ مزید براں رجنیش کی ساری گفتگو جنس کی عظمت اور اس کی تقدیس کے گرد گھومتی ہے۔ لیکن اس کا اظہار کس طریقے سے ہو۔ شادی کی ضرورت اور اس کی پابندی ہے یا نہیں۔ آچاریہ رجنیش کو اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ البتہ وہ شادی کے ادارے پر مسلسل حملے کرتے اور اسے فضول اور غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: 'وہ شادی غیر اخلاقی ہے جو محبت کی بنیاد پر نہیں ہوئی ہے۔ اس عورت سے بچہ پیدا کرنا ظلم ہے۔ اس مرد سے تعلق رکھنا ظلم ہے جس سے محبت[۲] نہ ہو'۔ دوسرے موقعہ پر وہ صاف طور پر خاندان کے ادارہ پر تنقید کرتے ہیں۔ 'خاندان کو لاکھوں بیماریوں کا سبب قرار دیتے ہوئے ایک مثالی کیمون (commune) کا تصور پیش کرتے ہیں۔ جس میں خاندان نہیں ہوں گے۔ جس سے انہی کے لفظوں میں، واضح طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ شادی بیاہ نہیں ہوگا، مثالی کیمون میں اشتراک ہوگا' آزاد روحوں کا ملن ہوگا؛ ہمیں اپنے پرانے خیالات چھوڑ دینے چاہییں...... میرا بچہ میرے خون سے پیدا ہو، یہ بالکل بیوقوفی ہے۔ میرے خون میں اور تمہارے خون میں فرق کیا ہے؟ نئے ذہن کو چاہیے کہ وہ بچے کے لیے صحیح بیج کا انتخاب کرے۔ پھر وہ کہاں

---

[۱] بھگوان کے سلسلے میں لکھنے والے کی یہ رائے موصوف کی ایک ریکارڈ تقریر کی روشنی میں ہے جسے نئی دہلی کی حالیہ کتابوں کی آٹھویں عالمی نمائش میں رجنیش آشرم کے بک اسٹال پر ۱۰ فروری ۱۹۸۸ء کو اسے سننے کا موقع ملا۔ بھگوان نے ڈھائی ہزار سال پہلے کے بودھ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے متعدد مذہبی رہنماؤں کو خدا کا اوتار بتاتے ہوئے خود کو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی قرار دیا۔ تقریر کا پورا زور اس پر تھا کہ کوئی شئی فانی نہیں ہے۔ بلکہ ہر چیز انجام کار آخری حقیقت میں مل جانے والی ہے۔ سمندر کا پانی اس کی مثال ہے۔ زمین کے کونے کونے سے وہ اس میں آکر اکٹھا ہوتا ہے پھر اس سے بھاپ بن کر اڑتا ہے اور دنیا کے چپے چپے پر برستا ہے اور کسی نہ ٹوٹنے والے تسلسل کے ساتھ یہ چکر برابر اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

[۲] تنترسوت حصہ ششم بحوالہ رجنیش ٹائمس (ہندی) پونہ ۲۵ جون ۱۹۸۶ء

سے آتا ہے اس کا کوئی سوال نہیں؟ جہاں تک مباشرت کرنے کا سوال ہے تم کسی بھی من چاہی عورت سے کر سکتے ہو۔ الخ[۱] اس کے ساتھ ہی وہ جنس کے معاملے میں کسی قسم کے فرائض منصبی، کوئی ذمہ داری اور کسی قسم کی پابندی کا انکار کرتے ہیں۔ (No obligation, no duty, no commitment through it[۲]) یک زوجگی کے اصول پر عمل پیرا دنیا بھر کے سماجوں کا وہ مذاق اڑاتے ہیں[۳]

شادی کے ادارے کا یہ مذاق اور اس پر تنقید اگر بے قید جنسی زندگی کے لیے مہمیز نہیں تو اور کیا ہے؟

۴۔ لیکن ان تکلفات کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آچاریہ رجنیش آزاد جنس کے بہت بڑے مبلغ ہیں۔ وہ جا بجا اور بار بار بے قید جنسی زندگی کے لیے اصرار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر کہتے ہیں کہ جنس کے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ صنف مقابل کے ساتھ جنسی عمل (Hetero sexual) مرد، عورت دونوں کے ساتھ یکساں جنسی میلان (bisexual)۔ ایک کا ایک کے ساتھ صنفی عمل یا گروپ کی صورت میں (one to one or in a group)۔ فرماتے ہیں کہ آدمی ان میں سے اپنے لیے کسی بھی طریقے کا انتخاب کر سکتا ہے[۴]۔ صنف مقابل کے ساتھ جنسی عمل (hetero-sexuality) کے ساتھ ہم جنس پرستی (homosexuality) میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے[۵]۔ ان کے بقول مرد اور عورت دونوں کے لیے مجامعت کا سب سے بڑھ کر قوت کا زمانہ اٹھارہ سال کی عمر کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ عجیب تماشہ ہے کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ دائروں میں رکھا جاتا ہے۔ اور پولیس، مجسٹریٹ، وائس چانسلر، پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر انھیں آزادانہ ملاپ سے باز رکھتے ہیں[۶]۔

اسی سلسلے میں وہ دوسری باتیں بھی کہتے ہیں جو بے قید و بے مہار جنسی اباحیت پر منتج ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک بات وہ یہ کہتے ہیں کہ مباشرت کے عمل سے عورت کی طاقت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بلکہ اسے مرد سے طاقت ملتی ہے۔ چنانچہ ایک عورت ایک رات میں

۱۔ دی گولڈن فیوچر بحوالہ رجنیش ٹائمس (ہندی) ۱۱ر نومبر ۱۹۸۲ء

۲۔ Sex محولہ بالا، ص ۶　۳۔ حوالہ سابق ص ۶۲　۴۔ حوالہ مذکور ص ۹۴　۵۔ حوالہ سابق ص ۵۰　۶۔ حوالہ مذکور ص ۵۶

بیس سے لے کر تیس تک جنسی عمل کرا سکتی ہے۔ لیکن ایک مرد ایسا نہیں کر سکتا۔[۱] دوسری جگہ وہ اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ "ایک مرد ایک عورت کی جنسی تسکین کا سامان فراہم نہیں کر سکتا اس لیے کہ عورت تسلسل کے ساتھ متعدد بار مجامعت کا عمل کرا سکتی ہے۔ مرد ایسا نہیں کر سکتا ایک عورت ایک تسلسل میں کم سے کم مجامعت کے تین عمل کرا سکتی ہے۔ لیکن مرد صرف ایک بار کر سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مرد کی ایک بار کی مجامعت کے بعد عورت ابھر جاتی ہے اور مزید متعدد مجامعتوں کے لیے تیار ہو جاتی ہے...... اسے فوراً ہی دوسرے مرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مشکل کا ایک ہی حل ہے۔ اجتماعی جنسی عمل (group sex)۔ لیکن افسوس ہے کہ گروپ سکس ممنوع (taboo) ہے۔"[۲]

تنتر کے فلسفہ سے رجنیش کے ان بیانات کا جو تضاد ہے وہ اپنی جگہ، سوال یہ ہے کہ کیا بے قید و بے مہار جنسی آزادی بلکہ جنسی انارکی کے لیے اس کے بعد بھی کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے؟ یہی نہیں بلکہ اس سے توجبری اباحیت کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ جب ایک مرد کی مجامعت سے عورت ابھر گئی اور مزید مجامعتوں کی محتاج ہو گئی اور وہ مرد بیکار ہو گیا تو اگر دوسرے دس بیس مرد مل کر اس کی احتیاج کو رفع کر دیں تو آچاریہ رجنیش کی طرف سے یقیناً وہ شکریہ کے ہی مستحق ہوں گے۔

ضروری تو نہیں ہے کہ آدمی کا عمل اس کے قول کے مطابق ہو لیکن بڑے لوگوں کے بارے میں عام طور پر توقع کی جاتی ہے کہ ان کے قول و عمل میں تضاد نہیں ہوگا۔ آچاریہ رجنیش کا یہ پہلو بھی کمزور نہیں ہے۔ اپنے ایک انٹرویو میں وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ جنس کے معاملہ میں میں پاکباز نہیں ہوں۔ "آپ میری داڑھی دیکھ سکتے ہیں۔ یہ بہت جلد سفید ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے بہت سرگرم جنسی زندگی گزاری ہے۔ میں نے ۵۰ سال کے اندر تقریباً ۲۰۰ سال کو نچوڑا ہے۔ (I have compressed in 50 years almost 200 years)"[۳]

یہ ہے دور جدید کی بے قید و بے مہار جنسی اباحیت جو پوری مہذب دنیا میں اپنے پر پرزے پھیلائے ہوئے اور مشرق و مغرب ہر ایک کو یکساں طور پر اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔

---

[۱] حوالہ سابق ص ۲۶ [۲] حوالہ مذکور ص ۶۲ [۳] السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا، ۲۹ ستمبر ۱۹۸۵ء بحوالہ ماہنامہ الرسالہ، نئی دہلی مئی ۱۹۸۶ء